

The Practical Situation of Inheritance Rights of Women Living in Rural Areas of Peshawar

پشاور کے دیہی علاقوں میں رہنے والی عورت کے حق وراثت کی عملی صورت حال کا تحقیقی جائزہ

Ms. Shazia Begum

PhD Scholar, Department of
Islamic Studies Shaheed Benazir
Bhutto Women University,
Peshawar, Pakistan

Dr. Naseem Akhter*

Associate Professor Department
of Islamic Studies Shaheed
Benazir Bhutto Women
University, Peshawar, Pakistan
at khtr_nsm@yahoo.com



Abstract

The objective of the research review of the practical situation of women's inheritance rights in rural areas is to study the practical problems and challenges of these women's inheritance rights. This study analyzes the legal aspects of inheritance rights, social customs, and obstacles faced by women in achieving inheritance rights. During the research, interviews were conducted with women living in different rural areas, through which it was found that many women are deprived of their inheritance rights. Reasons for this include legal ignorance, societal pressures, and cultural traditions that deprive women of their legitimate rights. Furthermore, this research also highlights the impact of granting or denying inheritance rights on the socio-economic status of women. The results of the research show that despite the inheritance laws, women face serious difficulties in achieving their rights on a practical level. In this

regard, the need for social awareness raising, legal assistance, and change in cultural attitudes is emphasized in order to provide women with their legitimate rights.

Keywords: Women's inheritance, socio-economic status, societal pressures

تعارف: صوبہ خیبر پختونخوا کا دار الخلافہ پشاور ہے۔ اس کی زرخیزی اور شادابی بے مثل ہے۔ یہاں کثرت سے فصلیں اور پھل اگائیں جاتے ہیں۔ قدیم زمانے سے یہ شہر تجارت کے لیے مشہور رہا ہے۔ مختلف علاقوں سے لوگ یہاں آکر تجارت کیا کرتے تھے۔ بلکہ یہاں پر درآمدات برآمدات کا ترتیب تھا۔ دور جدید میں یہ ایک ترقی یافتہ صنعتی علاقہ بن چکا ہے۔ یہاں کے باشندوں کا ذریعہ معاش تجارت، زراعت اور صنعت ہے۔ وادی پشاور کو کوسر سبز اور شادابی کی وجہ سے پھولوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ پھلوں اور پھولوں کے باغات کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ جب کسی علاقے پر حملے کے دوران مغل بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کا گزر پشاور سے ہوا تو وہ یہاں کے پھلوں اور پھولوں کے باغات سے نہایت متاثر ہوا۔ پشاور شہر کے دلفریب اور حسین شاہ راہوں اور بانحوں نے بابر پر نہایت مؤثر اثر کیا جس کی وجہ سے اس نے پشاور شہر کا تذکرہ اپنی کتاب "تذکرہ بابر" میں کیا ہے جس کا مفہوم درج ذیل الفاظ میں بیان کیا جا رہا ہے:

"میں نے پشاور میں خوبصورت اور حسین باغات کی سیر کی جہاں پر کیاریوں میں خوبصورت زرد پھولوں کا گچھا تھا اور سُرخ پھولوں کی حسین مہکتی کلیاں، بعض جگہوں پر یہ پھول ایسے جھومتے نظر آئے جیسے بابر کی طرف لپک رہے ہوں۔ میں اپنے خیمے کے قریب ایک جگہ بیٹھ کر ان حسین پھولوں اور ہواؤں میں مست لہلہاتے کلیوں کا نظارہ کرنے لگا۔"ⁱ

پشاور کو سنسکرت میں پرش پورہ کہا جاتا تھا جس کا مطلب ہے مردوں کا شہر۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نام بگڑ کر پشاور ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ فارسی الفاظ پیش شہر سے بنا ہے۔ اکبر نے اپنے کتابیات میں پرشاور اور پشاور کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پشاور کا نام اکبر نے خود ہی رکھا ہے۔ⁱⁱ

پشاور کی تاریخ تقریباً آٹھائی ہزار سال پرانی ہے۔ یہ شہر قدیم شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں پر مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں نے جنم لیا ہے۔ کئی بادشاہوں اور حکومتوں نے اس شہر کو اپنا دار الخلافہ بنایا ہے۔ جب اس شہر پر ایرانی حکومت تھی تب اس کو "سپتروس" کہا جاتا تھا جس کو تبدیل کر کے "پورشاپور" رکھ لیا۔

سکندر اعظم نے 326 قبل مسیح میں پشاور کو فتح کر کے اپنی عظیم سلطنت میں شامل کیا۔ سدھارتھ یعنی بدھ مت کے بانی نے 550 قبل مسیح یہاں بدھ ازم کی بنیاد ڈالی۔ 700ء میں یہاں پر ہندومت نے جنم لیا۔ تقریباً دو صدیوں بعد 976ء میں غزنوی خاندان نے پشاور میں اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ 999ء میں سلطان محمود غزنوی یہاں کے حاکم بنے۔ پانچ صدیاں گزرنے کے بعد 1526ء میں مغلیہ حکومت کے بانی ظہیر الدین بابر نے پشاور میں مغلیہ حکومت قائم کی۔ نادر شاہ نے 1738ء میں پشاور کو فتح کیا۔ 1747ء میں احمد شاہ ابدالی نے نادر شاہ کے حکمرانی کے نو سال بعد پشاور کو فتح کیا۔ پشاور پر سکھوں نے بھی راج کیا ہے اور اپنے دور میں اہل پشاور کو کافی ظلم کیے ہیں۔ سکھوں نے 1823ء میں نے پشاور پر قبضہ کیا۔ 1849ء میں برطانیہ نے اس علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اس پر قبضہ کیا جو کہ 1947ء تک رہا۔ بالآخر 14 اگست 1947ء کو یہ وادی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں شامل ہو کر آزاد ہوئی۔ⁱⁱⁱ

اس وادی میں اسلام حضرت امیر معاویہ کے دورِ خلافت میں پھیلا۔ 45ھ میں حضرت سنان بن سلمہ اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے خراسان سے پشاور کے علاقے داود زئی میں چنڑ مٹی آئے اور یہاں پر ہندوؤں سے نبر آزما ہوئے اور ان کو شکست دے کر یہاں پر اسلامی ریاست قائم کی۔ حضرت سنان بن سلمہ نے یہاں شہادت پائی^{iv} اور اسی جگہ پر آپ کی تدفین ہوئی جو کہ آجکل اصحاب بابا کے نام مشہور ہے۔^v

آزادی پاکستان کے وقت یہاں کے مقامی سیاست دان پشاور کو متحدہ ہندوستان کے خواہاں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور عوام کی بھاری اکثریت کے ساتھ یہ علاقہ پاکستان میں شامل ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ علاقہ افغانستان میں شامل ہو جائے لیکن بعد میں یہ علاقہ پاکستان کا حصہ بنا۔^{vi}

جب پاکستان آزاد ہوا تو اس وقت پاکستان کی حالت نہایت کمزور تھی۔ افغانستان نے دورِ نئی اختیار کی اور ایک طرف ہندوستان اور دوسری طرف روس سے دوستی کا ہاتھ ملا یا۔ اس میں یہ راز چھپا تھا کہ اس صوبے میں عدم استحکام قائم کیا جائے لیکن یہ رویہ افغانستان کے لیے عذاب جان بن گیا جو کہ روس کے حملے کا باعث بنا۔ اس کشمکش میں 1960ء میں افغانستان نے اپنے مندر پسند سیاست دانوں کو امداد فراہم کیا۔ دس سال تک پاکستان پر کافی دباؤ رہا لیکن بعد میں پشاور کے عوام نے اکثریت کے ساتھ پاکستان کو قبول کیا۔ اس شمولیت کے بعد یہاں کے عوام کو سیاست اور فوجی آفیسرز بننے کے مواقع بھی ملے جیسا کہ ایوب خان جو کہ ایک پشتون تھا پاکستان کا صدر بنا۔ اے این پی نے بھی اس کے بعد خود کو پاکستان کا حصہ مانا جبکہ ایک چھوٹی جماعت ملت پارٹی اس کی مخالف رہی جس سے افغانستان اور پاکستان کے تعلقات درست نہ ہو پائے۔ موجودہ پشاور کے لوگ خود کو پاکستان کے جیالے اور اس مملکت کے رکھوالے کہتے ہیں۔^{vii}

1955ء تک پشاور شہر کے مختلف 16 دروازے تھے جس کو جنوری 2012ء میں سراج احمد ڈی سی او پشاور نے اپنی پرانی حالت میں بحال کرنے کا اعلامیہ جاری فرمایا جس پر آج تک عمل درآمد ہوتا رہتا ہے۔ پشاور شہر ایک گنجان آباد علاقہ ہے۔ یہاں کی گنجان آبادی

اور یہاں سے افغانستان جاتی ہوئی گاڑیوں کی وجہ سے یہاں کے ماحول پر کافی منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ جب روس اور افغان کے درمیان جنگ جاری رہی تو پشاور میں مجاہدین سی آئی اے اور آئی ایس آئی کے تربیت یافتہ آفیسر سے ٹریننگ لیتے رہے اور پشاور میں افغان کے مہاجرین کے لیے کمپیس کا قیام بھی کیا گیا۔ روسی جاسوس اور امریکی ایجنٹ یہاں پر اکثر تشدد کیا کرتے تھے اور ان کا میدان جنگ پشاور ہی ہوا کرتا تھا۔ viii

جب 1988ء میں انتخابات ہو رہے تھے تو پشاور میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ افغان مہاجرین مقیم تھے جبکہ لاکھوں کی تعداد میں غیر رجسٹر مہاجرین بھی موجود تھے۔ بہت سارے افغان نے یہاں رشتے قائم کیے۔ ہزاروں کی تعداد میں اب بھی یہ لوگ آباد ہیں۔ پشاور شہر وسطی ایشیاء کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ ہے۔ یہ شہر گندھارا آرٹ کا مرکز بھی رہا ہے۔ یہاں پر شدت پسندوں نے کافی تاریخی مقامات کو نقصان بھی پہنچایا ہے۔ ix

جغرافیائی لحاظ سے پشاور شہر صوبے کا ایک اہم حصہ ہے۔ خیبر پختونخوا کی طرح درہ خیبر کے مشرقی سرے پر واقع پشاور سطح مرتفع ایران کا حصہ ہے۔ حالیہ جغرافیائی دوروں میں وادی پشاور میں سلت، ریت اور پتھر جمع ہوتے رہے ہیں۔ دریائے کابل اور بدنی نالاکے درمیان میں سیلابی میدان ہیں جو شمال مغرب میں وارسک تک جاتے ہیں۔ پشاور کے میدان میں داخل ہوتے ہوئے دریائے کابل کئی شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جن میں دو زیادہ بڑی ہیں۔ مشرق کو جانے والی شاخ ادیزئی دریا کہلاتی ہے جو چار سہ کو جاتی ہے اور شاہ عالم شاخ آگے جا کر دریائے گومان میں مل جاتی ہے۔ یہ صوبہ پاکستان کو چین، افغانستان اور روس سے ملاتا ہے۔ تاریخ کے درپچوں میں اگر جھانکا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس وادی سے ہر قسم کے قافلے گزرے ہیں۔ ہر قوم و قبیلے نے اپنی ثقافت کے نقوش یہاں منقش کرائے ہیں۔ تاریخ دانوں نے یہاں کی ثقافت اور تاریخی حملے کی داستانیں رقمطراز کیں ہیں۔ x

پشاور کے دیہی علاقوں کا تعارفی جائزہ

گاؤں بڑھ میر کی خواتین کے انٹرویوز

شازیہ بی بی

شازیہ بی بی زوجہ گل مست خان نے اپنی زندگی کی داستان سناتے ہوئے کہا کہ ان کی شادی کم عمری میں ہی ہوئی تھی اور خانگی زندگی کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش کی ذمہ داریوں کا پابند بنایا۔ شازیہ بی بی کے کہنے کے مطابق ان کے شوہر نے شادی کے کچھ عرصہ بعد ان سے اور ان کے میکے والوں سے لڑائی جھگڑے شروع کیے جس کی وجہ سے اس نے دوسری شادی کی۔ ان کے شوہر دونوں بیویوں میں اعتدال قائم نہ رکھ سکا اور نئی نوپلی دلہن کے ساتھ گزر بسر کی۔ اس نے بتایا کہ ان کے شوہر کو

ذیابطیس کی بیماری تھی جس کی وجہ سے اب دنیا میں موجود نہیں ہے اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین! یوں تین بیٹیوں اور ایک بیٹا اب اس کی زیرِ کفالت ہے۔ گزر بسر کے لیے گھر میں پڑے سلانی مشین سے کام لے کر اپنے بچوں کو پال رہی ہے اور اپنے گھر کے اخراجات بمشکل پورے کر رہی ہے۔ اس نے مزید یہ بھی بتایا کہ اس کے والدین بھی وفات پا چکے ہیں جبکہ اس کے بھائیوں نے یہ بات واضح کہہ دی ہے کہ شادی پر اخراجات کرنے سے آپ کا وراثت کا حق یہاں ختم ہو چکا ہے۔

شازیہ بی بی سے جب وراثت کے علم کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ان کو علم الفرائض اور وراثت کے قانون کا کوئی علم نہیں بس اتنا جانتی ہے کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملتا ہے۔ جبکہ بیوی، ماں اور دیگر رشتوں کے حصص سے وہ بے خبر ہے۔ جب ان سے خاندان میں وراثت کی تقسیم کا پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ نہ ہی ان کے خاندان میں کسی عورت کو وراثت میں کوئی حق ملا ہے اور نہ ہی کسی عورت نے مانگا ہے ان کے آبا و اجداد سے ہی یہی سلسلہ چلتا آ رہا ہے۔ جب ان سے وراثت میں حاکم رُکاوٹوں کا پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ خواتین کے لیے وراثت میں رُکاوٹ کی اصل وجہ خاندانی فیصلوں کے سامنے سرخم تسلیم کرنا ہے۔ کوئی جائز اور ناجائز پوچھنے کا حق عورتوں کو نہیں۔ شازیہ بی بی نے مزید یہ بتایا اگر ہم کو روزمرہ ایام کے خرچے کے لیے پیسے ملتے تو بھی رات کو اس کا حساب دینا پڑتا۔ ایسا کوئی لمحہ آیا نہیں کہ جس میں ان کو کسی مال کے خرچ کرنے کی اجازت ملی ہو۔ شازیہ بی بی نے یہ بتایا کہ وہ اپنی اولاد کے لیے وراثت میں حصہ لینے کی خواہشمند ہے تاکہ ان کی اولاد اچھی گزر بسر کر سکے۔ باقی وہ وراثت کا حق کسی سے نہیں لے سکتی اور نہ ہی قانونی کارروائی کے بارے میں سوچ سکتی ہے، اور اس کی اصل وجہ معاشرہ اور ان کی غربت ہے۔^{xi}

گل پری بیگم

گل پری بی بی کے شوہر کا نام دلاور خان تھا دلاور خان اور گل پری ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے گل پری کے کہنے کے مطابق ان کے شوہر کاروڈ ایکسڈنٹ سے موت واقع ہوئی یوں بھری دنیا میں اپنے چھوٹے چھوٹے پانچ بچوں کے ساتھ اکیلی رہ گئی اور اور میکے میں بھی کوئی صاحبِ استطاعت نہیں تھا جو گل پری کے ساتھ اس مشکل وقت میں مدد کرتا یوں گل پری نے اپنے گھر میں ہی چھوٹا سا کاروبار شروع کیا عورتوں کے کپڑے اور بچوں کے کھیلونے اور مختلف چیزیں وہ اپنے گھر میں بھیج رہی ہے گاؤں کی عورتیں گل پری کی حالات سے باخبر ہے تو دو وقت کی روٹی میسر ہوئی۔ گل پری سے انٹرویو لیتے ہوئے معلوم ہوا کہ بیوی بچوں کا وراثت میں کتنا حصہ بنا ہے تو معلوم ہوا اس کو تو کوئی علم نہیں ہے البتہ اتنا معلوم ہے کہ جائیداد میں حق ہوتا ہے اور شریعت میں اپنے شرعی حیثیت سے لاء علم ہے۔ اس نے بتایا کہ ان کے شوہر کے انتقال کے بعد ان کے بچوں کا وراثت سے محروم کرنے میں بچوں کا چچا سردار خان سرفہرست ہے۔ گل پری نے مزید یہ بھی کہا ہمارے خاندان میں کسی عورت کو حصہ تو نہیں ملا نہ ہی اس کو اپنے حق کے بارے میں پوچھنے کا اختیار ہے۔ جب گل پری سے پوچھا گیا

کیا آپ کو اپنے بچوں کا وراثت ملنا چاہیے تو گل پری نے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ایک ماں چچا کی نسبت اپنے بچوں کے بارے خوب سمجھتی ہے۔ گل پری نے کہا میرے بچے چھوٹے ہیں اور میں بے بس عورت قانونی کارروائی کی نہ طاقت رکھتی ہوں نہ ہماری تہذیب ہمیں اختیار دیتی ہے۔^{xii}

سدرہ ناز

سدرہ ناز سے انٹرویو لیتے ہوئے معلوم ہوا کہ ان کے شوہر اکبر خان نشے کا عادی تھا جس کی وجہ سے اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا اور نشے کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دی جو اب اپنے میکے میں موجود غیر شادی شدہ بہنوں کے ساتھ رہتی ہے اور سدرہ ناز کے بہنوں کی عمریں بھی 45، 40، کے لگ بھگ ہے زندگی کے گزر بسر کے لیے کپڑوں پر ہاتھ کے بنے ہوئے دلکش نیل بوٹے بناتے ہوئے دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے۔ سدرہ ناز سے گفتگو کرنے کے بعد انتہائی افسوس ہوا ان کو وراثت کے نام کا علم نہیں تھا اور تقسیم سے متعلق تو ان کے ذہن میں جو نقشہ تھا وہ یہ تھا کہ عورت کی شادی کروا کے اس کے سارے حقوق مکمل ہو جاتے ہے اس کے بعد اس کا کوئی حق نہیں اور جب بھائی ہو تو عورت کو کچھ نہیں ملنا چاہیے اس کے علاوہ بتایا کہ میری شادی کو ایک سال ہوا پھر طلاق ہوئی تو میرا حق پورا ہو چکا ہے اور سدرہ ناز قانونی کارروائی سے متعلق کچھ علم نہیں رکھتی۔^{xiii}

گاؤں متھرا کا مختصر تعارف

متھرا پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں پشاور سے 40 کلومیٹر دور ایک گاؤں ہے۔ اسے پہلے متھرا کونا کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔ متھرا کے مشرق میں خزانہ شوگر مل، شمال مغرب میں گڑھی مستجاب، مغرب میں سپیر سنگ اور برج ناصر خان جبکہ جنوب میں ورسک روڈ پر پٹوار پایاں آباد ہیں۔ متھرا قانون گو حلقہ کے پٹوار حلقہ پاکستان کی قومی اسمبلی کی نشست NA-2 (پشاور-2) کا حصہ ہیں جبکہ متھرا قانون گو حلقہ، ریگی افتازنی اور ریگی لہمہ کے پٹوار حلقوں کو چھوڑ کر، NA-3 (پشاور-3) کا حصہ ہے۔ کے پی صوبائی اسمبلی، متھرا قانون گو حلقہ کا پورا حصہ PF-7 (پشاور-7) میں آتا ہے۔ متھرا میں ایک ڈگری کالج لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے موجود ہے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج متھرا پشاور ایک پبلک سیکٹر کالج ہے جو ورسک روڈ، متھرا، پشاور خیبر پختونخواہ، پاکستان پر واقع ہے۔ یہ کالج بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پشاور کے ساتھ الحاق شدہ آرٹس اور سائنس گروپس کے علاوہ بی اے اور بی ایس سی پروگراموں میں انٹرمیڈیٹ کے لیے پروگرام پیش کرتا ہے جو پشاور یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔

گورنمنٹ ڈگری کالج متھرا پشاور مئی 2001 میں پشاور شہر کے نواح میں متھرا گاؤں میں قائم کیا گیا تھا۔ کالج ابتدائی طور پر متھرا میں پرانی ایلیمنٹری کالج کی عمارت میں شروع ہوا ہے۔ گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج متھرا پشاور نے ستمبر 2011 سے کام شروع کیا۔ کالج کا

کیمپس 34.54 کنال کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ کیمپس میں اکیڈمک اور ایڈمنسٹریشن بلاک، طلبہ کا ہاسٹل، کشادہ کلاس رومز، اچھی طرح سے لیس سائنس لیبارٹریز اور جدید کتابوں سے لیس لائبریری ہے۔ کالج اپنے طلباء کے لیے ٹرانسپورٹ کی سہولت بھی فراہم کرتا ہے۔ یہاں پر ہائیر، ہائی، مڈل اور پرائمری سکولز بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ علاقہ سیاست کے میدان میں پیش پیش ہے۔ جبکہ یہاں پر مذہبی حوالے سے دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث مکتب فکر کے لوگ آباد ہیں۔ آجکل ان میں جدیدیت سے وابستہ لوگ بھی سرایت کر گئے ہیں۔

گاؤں متھرا کی خواتین کے انٹرویوز

گل رخ

اپنی زندگی کی داستان بیان کرتے ہوئے گل رخ کا کہنا ہے کہ میں گھر کی بڑی بیٹی ہوں۔ میرے والد کا نام رضا محمد ہے۔ وہ والدین کے ساتھ ساتھ اپنے بہن بھائیوں کی پرورش میں بھرپور ساتھ دیا اور سارے بہن بھائی جو ان ہوئے اور یوں میری زندگی کا کافی حصہ گزر گیا اور ابھی میری عمر 44 سال ہے اور سب بہن بھائی اپنے گھروں میں آباد ہیں اور میں اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کرتی ہوں۔ گل رخ نے علم الفرائض سے متعلق جواب دیتے ہوئے بتایا کہ عورت بھی حق دار ہوتی ہے مگر اس کو ملتا نہیں ہے بس لڑکی کی شادی کر دینا کافی ہے اس کا حق پورا ہو جاتا ہے۔ آج تک کسی کو حق ملتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تو کوئی خاص معلومات بھی نہیں ہے اور جہاں تک ہم نے دیکھا ہے بھائی ہی گھر کے تمام مال کو لیتے ہیں اور اگر وراثت کا حصہ مل بھی جائے کسی کو تو اس کو اختیار نہیں ملتا۔ اس مال پر مکمل ملکیت کا حق نہیں ملتا تو خواہش ظاہر کر کے بھی ذہنی دباؤ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملتا تو بس ہمارے گاؤں میں عورتیں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔ ایک بہن بیٹی بھابھی جس کی بھی حق تلفی ہو جائے عورت خاموش ہو جاتی ہے اور کوئی اختیار نہیں رکھتی اور نہ ہی قرآن و احادیث کی روشنی میں کوئی علم نہ رکھنے کی وجہ سے بھی خاموش ہونا ہوتا ہے اور یوں مسئلہ وراثت مسئلہ ہی رہ جاتا ہے۔^{xiv}

فاطمہ

فاطمہ دختر گل داد خان ایک معتدل گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے مڈل تک تعلیم حاصل کی ہے اور بھائیوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے۔ فاطمہ ایک پچیس سالہ کنواری لڑکی ہے جس کا رشتہ منگنی کے بعد ٹوٹ گیا ہے۔ فاطمہ سے جب وراثت سے متعلق پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ وراثت کی تعلیمات سے غافل ہے۔ کیونکہ نہ تو گھر میں کبھی اس کا علم دیا گیا ہے اور نہ یہ رواج ہمارے علاقے میں ہے۔ اس نے بتایا کہ اچھی تربیت، شادی بیاہ اور دیگر اخراجات کے ذمہ دار ہمارے مرد ہیں تو پھر وراثت کا جواز ہی نہیں بنتا کہ ان سے زمین و جائیداد مانگی جائے۔ البتہ شادی کے بعد ہماری لڑکیوں کے لیے ماں باپ کی گھر سے کافی سامان کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے اور یہی اس کا حق ہے جو ادا کر دیا گیا۔ فاطمہ نے بتایا کہ ان کے ماموؤں نے ان کی ماں کا حق اس طریقے سے ادا کیا کہ مبلغ پچاس ہزار روپے دیئے اور ان سے 8 کنال

اراضی کی ملکیت پر دستخط مثبت کیے۔ میری ماں نے بخوشی وہ پچاس ہزار روپے بھی واپس کیے اور یہ کہا کہ بے غیرت ہوتے ہیں وہ لوگ جو اپنے بھائیوں سے وراثت مانگتے ہیں، اس موقف کی تائید میرے ابو نے بھی کی۔ بلکہ انہوں نے تو اس کو بے غیرتی کا نام بھی دیا کہ میں اتنا بے غیرت نہیں کہ اپنی بیوی کے مال کو کھاؤں۔ یہاں ہمارے خاندان میں یہ رواج ہے تو یہ جواز نہیں بنتا کہ مردوں کی اجازت کے بغیر مال کی ملکیت مانگی جائے۔ وہ بہتر جانتے ہیں کہ کہاں خرچ کریں تو یہ جواز نہیں بنتا کہ ان سے وراثت کے حصول کے لیے عدالت سے رجوع کی جائے۔^{xv}

زینب

زینب زوجہ خان داد، فاطمہ دختر گل داد خان کی چچا زاد بہن ہے۔ اس نے ایم اے تک تعلیم حاصل کی ہے۔ زینب کی شادی کو 5 سال ہوئے ہیں۔ اس کی تین بچیاں ہیں۔ زینب نے وراثت سے متعلق بتایا کہ ہمارے معاشرے میں عورتیں مرد کی رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ وہ ہر قسم کے فیصلے کرتے ہیں البتہ شادی کے بعد میرے شوہر نے اپنے حصے میں گھر بنایا ہے جو کہ میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہے۔ ہمارے خاندان میں وراثت صرف مردوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ عورت کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کی وجہ لاعلمی، عورت کی عاجزی اور کمزوری ہے۔ جبکہ ایک وجہ غیرت بھی ہے۔ ہمیں وراثت میں حصہ نہیں ملتا بلکہ شادی بیاہ پر اخراجات سے ہی ہمارے حقوق پورے ہو جاتے ہیں بلکہ ہمارے مردوں کا ہم پر احسان عمر بھر رہتا ہے۔ باقی عورتیں ہر قسم کی مال کو خرچ کرنے کے بعد اپنے گھرانے کے بڑے کو حساب کتاب کی جواب دہ ہوتی ہیں۔ اس نے بتایا کہ اللہ کا فضل ہے ہمارا گھر خوب چل رہا ہے کیوں وراثت مانگ کر اپنے بھائیوں، سرالیوں اور ان بہترین رشتوں میں بگاڑ کی وجہ میں ہی بنوں۔ اس نے بتایا کہ اگر میں ایسے نہیں مانگ سکتی تو اگر قانونی کارروائی کر لی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گی۔^{xvi}

گاؤں گڑھی قمر دین کا مختصر تعارف

گڑھی قمر دین، پشاور کے پڑوس میں واقع ہے۔ یہ بستی، جو پہلے ایک گاؤں تھی، رنگ روڈ، پشاور اور کوہاٹ روڈ، پشاور کے سنگم پر واقع ہے۔ اس موڑ پر 1990 کی دہائی میں ایک فلائی اوور بنایا گیا تھا، جسے گڑھی قمر دین فلائی اوور کہا جاتا ہے، لیکن اکتوبر 2015 میں اس فلائی اوور کو رحمان بابا فلائی اوور کہا جاتا ہے، جو آج پشاور کے بڑے بس روٹس کا ایک اہم حصہ ہے۔ قومی شاہراہ N55 اس مقام سے نیچے کی طرف شروع ہوتی ہے جو انڈس ہائی وے سے ملتی ہے جو پاکستان کے جنوبی شہر کراچی تک جاتی ہے۔ گڑھی قمر دین پشاور شہر کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ سماں انڈسٹریز اسٹیٹ (SIE)، پشاور اور گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی پشاور کے قریب ہے۔ یہ رنگ روڈ، پشاور اور کوہاٹ روڈ، پشاور کے سنگم پر واقع ہے۔ رنگ روڈ، پشاور نیٹو سپلائی کے لیے استعمال ہونے والے اہم راستوں میں سے ایک ہے۔ تاریخی اعتبار سے گڑھی

قمر دین بڑے دیہہ بہادر/بہادر کلمے کے تحت ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ یہ گاؤں اس وقت وجود میں آیا جب بہادر کلمے کی رہائش گاہ یعنی موجودہ گڑھی قمر دین میں کھیتی باڑی شروع ہوئی۔ مقامی باشندے زیادہ تر پشتو کے مشہور صوفی شاعر رحمان بابا سے قریبی تعلق رکھنے والے خاندانوں کی اولاد تھے۔ تاہم، اس وقت بستی میں کئی نسلی گروہوں کے لوگ شامل ہیں۔

گاؤں گڑھی قمر دین کی خواتین کے انٹرویوز

ہانیہ اسرار

ہانیہ اسرار زوجہ اسرار خان نے اپنی دکھ بھری کہانی سناتے ہوئے بتایا ان کے شوہر معذور تھے اور معذوری کے ساتھ ساتھ شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض بھی تھے۔ دو سال قبل کرونا میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بچوں کی پرورش کی ذمہ داری اب ماں کے سر ہے اور زندگی گزارنے کے لیے وسائل کی ضرورت بھی ہے۔ اس نے بتایا کہ والد کی وفات کے بعد بھائیوں نے میراث اپنے درمیان تقسیم کی جبکہ ان کو کچھ حصہ نہ ملا۔

ہانیہ اسرار نے بتایا وراثت کے بارے میں اسلامی وراثت کے تقسیم کا علم نہیں ہے اور حالات مشکل ہوئے تو اتنا علم ہوا کہ ایک بھائی کو جتنا حصہ ملتا ہے اس حصے کے برابر دو بہنوں کو ملتا ہے۔ ہمارے خاندان میں کسی کو گھر میں کوئی خاص حصہ نہیں ملا اور میری ایک خالہ کو صرف دو لاکھ روپے ملے ہیں جس کو وراثت کے نام پر ملے ہیں۔ میں نے جب اپنے وراثت کے حق کی بات کی تو مجھے بھائیوں نے صاف انکار کر دیا آپ کی شادی پے کافی خرچ کیا تھا تو آپ کا حق پورا ہو چکا ہے اور رہی بات وراثت کی اس ایک گھر کو تقسیم نہیں کر سکتے۔ تو میں کمزور عورت قانونی کاروائی کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔^{xvii}

شہنازی بی

شہنازی بی دختر شمشاد خان بی اے کی طالب علمہ ہے۔ وہ گلہار گریڈ لڈگری کالج پشاور سے بی ایس اے کر رہی ہے۔ ان کے والد ایک جنرل سٹور چلاتے ہیں۔ ان کی اپنی جائیداد اور دکانیں موجود ہیں۔ میراث سے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ اس سے پہلے ہمارے خاندان میں کسی کو کوئی وراثت نہیں ملا۔ رکاوٹیں بہت ہیں۔ ہمارے مرد اس بات کو گوارہ نہیں کرتے۔ ایک سوال پوچھتے ہوئے معلوم ہوا کہ شہنازی بی خواہش مند ہے کہ اس کو حق وراثت اور حق ملکیت ملے لیکن خاندانی روش کی بدولت اپنے حق کو نہیں مانگ سکتی۔ شہنازی بی نے مزید بتایا کہ نہ وہ قانونی کاروائی کی استطاعت رکھتی ہے اور نہ رکھ سکے گی۔^{xviii}

گل پری

گل پری دختر گل شاہ میٹرک پاس طالب علمہ ہے۔ اب وہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے اے ڈی ای کر رہی ہے۔ اس کے والد کی اپنی جائیداد ہے جس میں وہ زمینداری کرتے ہیں۔ یہ جائیداد ان کو داد سے میراث میں ملی ہے جس میں ایک ٹریکٹر بھی ہے۔ یراث سے متعلق اس نے بتایا کہ میرے والد کو اپنا حصہ ملا ہے البتہ عورتوں کو صرف چند پیسے یا خوبصورت جوڑے دے کر عزت دی جاتی ہے۔ باقی یہ علم نہیں کہ عورتوں کو میراث کیسے ملنا چاہئے۔ کیونکہ ان کے خاندان میں کسی عورت کو احسن طریقے سے میراث ملا ہی نہیں۔ اس کی اصل وجہ لا علمی، ڈر اور خاندانی نظام ہے۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری عورتیں اس معاملے میں کمزور ہیں۔ قانونی کارروائی سے متعلق اس نے بتایا کہ یہ گستاخی وہ کبھی بھی نہیں کرے گی کہ اپنے والدین یا بہن بھائیوں کو عدالت میں گھسیٹے۔ البتہ وہ چاہتی ہیں کہ اس کا حصہ اس کے بھائی کے ساتھ رہے کیونکہ وہ اس قابل کبھی بھی نہیں ہو سکتی کہ جائیداد اور مال کو رکھ سکے۔^{xix}

گاؤں لاڑمہ کا مختصر تعارف

گاؤں لاڑمہ خیبر پختونخوا کا ایک علاقہ ہے۔ گاؤں لاڑمہ عیسائی نخیل تو پیمان اور چار سدہ روڈ پر واقع لنڈے سڑک کے قریب آباد ایک گاؤں ہے۔ اس کے مشرق میں بخشوپل، مغرب میں فقیر کله اور ترائی پایاں، جنوب میں بڑھنی کا سیلابی نالہ واقع ہے۔ اس گاؤں میں شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی بھی واقع ہے۔ اس علاقے میں لڑکیوں کے لیے ایک ہائر سکینڈری سکول بھی موجود ہے۔ اس علاقے کے اکثر لوگ کھیتی باڑی اور محنت و مزدوری کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ جدید تعلیم یافتہ نہیں۔ یہ علاقہ سیاسی میدان میں اتنا سرگرم نہیں رہا جبکہ مذہبی مسالک میں سے دیوبندی اور اکثر جگہوں پر اہل حدیث آباد ہیں۔

گاؤں لاڑمہ کی خواتین کے انٹرویوز

زبیدہ خانم

زبیدہ خانم ایک معتدل گھرانے کی بہو ہے۔ اس کے شوہر کا نام لیاقت علی تھا جو کہ ایک حادثے میں کچھ عرصہ قبل فوت ہو گیا۔ زبیدہ خانم کی تین بیٹیوں اور ایک بیٹا ہے۔ ان کا گزر بسر ان کے بھائیوں کے اخراجات سے پورا ہوتا ہے کیونکہ ان کے شوہر کی وفات کے بعد ان کو سسرال والوں نے بچوں سمیت اپنے میکے رخصت کر دیا۔ جب زبیدہ خانم سے حق وراثت کا پوچھا گیا تو اس نے اتنا بتا دیا کہ ان کو یہ معلوم ہے کہ دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے باقی اس نے عورت کے تمام پہلو سے متعلق حقوق سے عاجزی بیان کی۔ ان کے کہنے کے مطابق ان کے خاندانی نظام میں کبھی عورت کو کوئی حصہ ملا نہیں۔ ان کے مرد ہی مال و جائیداد کے محافظ ہوتے ہیں اور وہ بہتر ہی سمجھتے ہیں کہ

مال و جائیداد کو کیسے استعمال کیا جائے۔ رہی بات حق ملکیت کی تو ماں اپنی اولاد کے واسطے بہتر طریقے سمجھتی ہے کہ ان پر کیسے خرچ کیا جائے البتہ مال و جائیداد کی ملکیت کے بعد اس کی حفاظت ہمارے معاشرے میں کمزور ہے۔

اس نے قانونی کارروائی سے عاجزی اختیار کی کہ میرے بھائی محنت و مزدوری کرتے ہیں۔ نہ تو ان کی اتنی طاقت ہے کہ اپنے بھانجیوں اور بھانجے کے حق کو حاصل کرے اور نہ اتنی مالی استطاعت رکھتے ہیں کہ وہ عدالتی کارروائی کرے۔ عدالتی کارروائی کے لیے بھی اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے۔^{xx}

مابین بی بی

مابین بی بی روشن خان مرحوم کی بیوہ ہے۔ جس کا شوہر گلے کے کینسر کی بیماری سے آٹھ سال قبل وفات پا چکے ہیں۔ ان کے چار بیٹے جو کہ کم عمر ہیں لیکن محنت و مزدوری کر کے گھر کے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ ان کے شوہر کی جائیداد کافی ہے جس میں سے صرف یہ ایک تین مرلہ گھر ان کی زندگی میں ہی ملا ہے۔ باقی اس کے بچوں اور اس کا کیا حصہ بنتا ہے اس کو معلوم نہیں۔ اس نے حق ملکیت کے حوالے سے بتایا کہ اب بھی ان کے بھائی آکر ان سے اخراجات کا پوچھتے ہیں تو حق ملکیت کا مفہوم یا تو ان کو معلوم نہیں یا لوگ اس میں خرابی سے کام لیتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ میراث کا تصور ان کے خاندان میں یہ ہے کہ صرف بھائی جائیداد کے اصل وراثہ ہیں جبکہ بہنوں کو صرف سفید چادر جو کہ عزت اور قدر و وقار تصور کیا جاتا ہے اوڑھی جاتی ہے۔ رہی بات قانونی کارروائی کی تو اس کی طاقت اتنی نہیں کہ وہ عدالت کے اخراجات پورے کر سکے۔ دوسرا یہ کہ ان کے بیٹے چھوٹے ہیں تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس لیے ایسی اقدامات کا سوچتی بھی نہیں۔^{xxi}

رابیلہ

رابیلہ زوجہ تاج محمد کے شوہر کا انتقال بیماری کی وجہ سے ہوا۔ ان کے شوہر کی وفات کے بعد سسرالیوں نے جائیداد میں ان کے شوہر کا حصہ جتنا بنتا تھا نہیں دیا۔ حتیٰ کہ میکے والوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کے تین بیٹے ہیں۔ وہ کرایے کے مکان میں گزر بسر کر رہی ہے۔ اب ان کے بیٹے کمانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ان سے جب وراثت کے حوالے سے بات کی تو اس نے بتایا کہ وہ اپنے شوہر کے حق کو جانتی ہے کہ اس کا آٹھواں حصہ بنتا ہے۔ جبکہ والدین کے ساتھ اس کا ایک حصہ ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے ہاں یہ رواج نہیں کہ کسی عورت کو جائیداد یا مال عطا کیا جائے۔ سسرالیوں نے وراثت دینے کے لیے ایک حلیہ یہ بنایا تھا کہ پانچ سال پہلے حج کرانے کی دعوت دی جس پر اس نے اپنے شوہر کا حق مانگا جس سے وہ منکر ہو گئے۔ اسی طرح حق ملکیت کے بارے میں وہ جانتی ہے لیکن پشتون معاشرے میں یہ رواج نہیں کہ عورتوں کو حق دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی سے خرچ کریں۔ نہ یہ ہوا ہے کہ کسی عورت کو کوئی حق اسلامی روایات کے مطابق ملا ہو۔ اس نے جرگوں

اور بڑوں کے ذریعے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ وہ وراثت میں حصہ پالے لیکن یہ سب رائیگاں ہوا باقی عدالتی یا قانونی کارروائی سے اس نے لاچاری دکھائی۔^{xxii}

گاؤں سرہند کا مختصر تعارف

گاؤں سرہند پشاور صدر کینٹ سے تقریباً 16 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سرہند کے مغرب میں خیبر ایجنسی، شمال مغرب میں حیات آباد، مشرق میں شاہ خیل اور جنوب میں بٹہ تل واقع ہے۔ گاؤں سرہند ایک سرسبز اور شاداب علاقہ ہے۔ اس علاقے کی سبزیاں کافی مشہور ہیں۔ یہاں کے لوگ کبڈی، والی بال اور دیگر کھیل میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ اس گاؤں پر طالبان کے اثرات کافی پڑ چکے ہیں جس سے یہاں سے کافی لوگ نقل مکانی کر چکے ہیں۔ لیکن اب حالات کی بہتری کے بعد یہاں واپس لوگ آکر آباد ہوئے۔ تعلیمی معیار بھی کافی بہتر ہو چکی ہے۔ یہاں پر ہائی، مڈل اور پرائمری سکولز ہیں۔ پرائیویٹ سکولز بھی یہاں پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مذہبی حوالے سے یہاں کے لوگ دیوبند، بریل اور اہل حدیث مکتبہ فکر کے لوگ موجود ہیں۔ سیاسی نکتہ نظر سے یہاں کے لوگ پاکستان کے دیگر پارٹیوں سے منسلک ہے جبکہ موجودہ دور میں پی ٹی آئی کے سیٹ پر انجینئر محمد فہیم نیشنل سیٹ جیت چکے ہیں۔

گاؤں سرہند کی خواتین کے انٹرویوز

ساجدہ بی بی

ساجدہ بی بی کے شوہر کا نام سردار خان ہے۔ سردار خان کھیتی باڑی کر کے اپنی گزر بسر کر رہے ہیں۔ ساجدہ بی بی سے معلومات حاصل کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ اس کو وراثت کے علم سے اتنی واقفیت نہیں۔ نہ تو اس کے خاندان میں کسی کو حق ملا ہے۔ البتہ ان کے خاندان میں عورتوں کے لیے ہر عید پر ایک سوٹ اور چند چیزیں بھجوائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے بھائیوں سے اپنا حصہ محسوس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ نہ تو اپنے بھائیوں سے حصہ لے کر شرمندہ کریں گی اور نہ کوئی قانونی کارروائی کی خواہشمند ہے۔^{xxiii}

نگینہ بی بی

نگینہ بی بی کے شوہر امجد خان رکشہ چلا کر اپنی گزر بسر کر رہے ہیں۔ نگینہ بی بی سے انٹرویو لیتے ہوئے جب علم الفرائض کے حوالے سے پوچھا گیا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ جبکہ یہ بھی بتایا کہ وراثت تو ان کے نزدیک صرف شوہر کا حصہ کہلاتا ہے جو اس کو والدین دیتے ہیں۔ اس کے خاندان میں کسی کو کبھی وراثت کا حق نہ ملا اور نہ ہی حق ملکیت۔ جبکہ عورت مرد کے سامنے ہر قسم کے اخراجات کی جوابدہ ہے۔ اس طرح اس نے بتایا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی جائیداد کو تقسیم کرنے کی خواہشمند نہیں۔ کیونکہ یہ ان کا خاندانی رواج ہے کہ عورت کو حصہ نہیں ملتا۔ اس لیے عورت اپنے حصہ کو معاف کر کے اپنے بھائیوں کے ذمہ چھوڑ دیتی ہے۔^{xxiv}

نسرین بیگم

نسرین بیگم زوجہ شیر محمد دس افراد پر مشتمل ایک غریب گھرانے کی رہنے والی ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ وراثت کے حوالے سے کوئی علم نہیں رکھتی۔ اتنا جانتی ہے کہ دو بہنوں کو ایک مرد کے برابر حصہ ملتا ہے۔ باقی بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اس کو کوئی علم نہیں کہ کتنا حصہ ملتا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ان کے خاندان میں کسی عورت کو حق نہیں ملا اور نہ وہ مانگ سکتی ہے۔ اسی طرح عورت مرد کی صوابدید پر ہے اور اس کے سامنے جو ابده بھی ہے۔ اس نے بتایا کہ ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنا حق نہیں مانگ سکتی اور دوسری وجہ اس معاشرے میں قائم یہ رواج بھی کہ عورت اپنا حصہ اگر مانگ لے تو اس سے تمام تر رشتہ ختم کر دیئے جاتے ہیں اس لیے وہ قانونی کارروائی سے بھی کتراتے ہیں۔^{xxv}

پرشانہ بیگم

پرشانہ بیگم کے شوہر معذور ہیں جو پانچ سالوں سے چار پائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بھائیوں نے اس کی زمین کو اپنے قبضے میں لیا ہے۔ پرشانہ نے وراثت سے متعلق لا علمی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے پشتون کلچر میں کسی عورت کو حق وراثت نہیں ملی اور نہ ہی حق ملکیت ملی ہے۔ اس لیے عورتوں کو اس کا اتنا علم نہیں۔ اس نے بتایا کہ ہمارے خاندان کی خواتین شوہر کی خدمت کر کے ہی خوش رہتی ہیں اور کبھی اپنے والدین سے شرم و عار کی وجہ سے اپنا حصہ مانگا نہیں اور نہ مانگ سکتے گی۔ جبکہ شوہر کی طرف سے بھی یہ اجازت ہے کہ وراثت کا مال نہ لے لے یہ اس کی غیرت اور جوانمردی کے خلاف ہے۔ اس لیے معاشرے کی عار اور خاندانی نظام کی وجہ سے عورتوں کو محروم رکھا گیا ہے۔ اس لیے قانونی کارروائی بغاوت کے مترادف ہے۔^{xxvi}

گاؤں اچینی کا مختصر تعارف

یہ گاؤں پشاور کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس گاؤں کے دو حصے ہیں ایک کو اچینی بالا اور دوسرے کو اچینی پایاں کہتے ہیں۔ یہ گاؤں ریگ روڈ پشاور کے قریب واقع ہے۔ اس کے مغرب میں حیات آباد، مشرق میں ریگ روڈ اور پشتخترہ، شمال میں الحرم ٹاؤن اور جنوب میں سر بند واقع ہے۔ یہ علاقہ بھی سر بند کی طرح ایک سرسبز و شاداب ہے۔ اس میں بھی سبزیاں و اناج اگائی جاتی ہیں۔ یہاں کے لوگ نہایت محنت کش اور قابل ہیں۔ یہاں کے لوگ کھیل کود میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ یہاں پر اکثر کبڈی، کرکٹ، والی بال اور دیگر کھیل کے روایتی ٹورنامنٹ کھیلے جاتے ہیں۔ اس گاؤں کے لوگ کھیتی باڑی سے زیادہ وابستہ ہیں اس لیے یہاں پر اکثر لوگ اعلیٰ تعلیم سے محروم ہیں خصوصاً لڑکیاں گاؤں میں جلدی بیاہ کرائی جاتی ہیں۔ مذہبی اعتبار سے اس علاقہ میں دیوبند، اہل حدیث اور بعض جگہوں پر بریلوی مکتبہ فکر کے لوگ آباد ہیں۔ مسلکی اختلاف کے باوجود یہاں کے علماء میں ہم آہنگی اور یگانگت پائی جاتی ہے۔ سیاسی حوالے سے یہ لوگ پاکستان کے دیگر سیاسی پارٹیوں سے منسلک ہیں۔ لیکن یہ سیاسی تعلق صرف مردوں تک محدود ہے عورتیں اس سے مبرا ہیں۔ اس علاقے میں ایک ہائی سکول

فار بوائز اور ایک فار گرلز، دیگر مڈل اور پرائمری سکولز قائم ہیں جبکہ پرائیویٹ سکولز بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ اس علاقے میں ایک اڈہ بھی ہے جس سے گاڑیاں خیبر ٹچنگ ہسپتال تک جاتی ہیں۔

گاؤں اچینی کی خواتین کے انٹرویوز

افسانہ بی بی

افسانہ بی بی ایک معتدل گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹھاتی تھی۔ اس کے شوہر پانچ سال قبل وفات پا چکے ہیں۔ افسانہ بی بی کے تین بیٹے اور چار بیٹی ہیں۔ افسانہ بی بی نے وراثت سے متعلق بتایا کہ اس کو اتنا معلوم ہے کہ ایک بھائی کو دو حصے ملتے ہیں اور بہن کو ایک حصہ ملتا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں کسی عورت کو اسلامی شریعت کے مطابق یا کسی اور بھی قانون کے مطابق کوئی حق نہیں ملا اور نہ ملنے کی کوئی امید ہے۔ آج تک ہمارے خاندان عورت کی وراثت سے متعلق ذکر ہی نہیں ہوتا۔ شاید یہ عورت کی بے قدری ہی ہو یا اس کو اس قابل سمجھا نہیں جا رہا۔ اس نے کہا کہ میری کوئی خواہش نہیں کہ میں اپنا حق کسی بھی قانونی کارروائی کے تحت حاصل کروں۔ xxvii

اقراء بی بی

اقراء بی بی تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے اور اقراء سسرال میں بھی بہت خوش ہے اور اقراء نے بتایا کہ مجھے دونوں گھرانوں میں عزت ملتی ہے اور قدر کی نگاہ سے مجھے دیکھا جاتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ اسی میں خوش ہے کیونکہ یہی عورت کی اصل زندگی ہے۔ وراثت سے متعلق سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ بہن بیٹی کو اسلامی حق ملتا ہے اس کو صرف اتنا معلوم ہے۔ اسے اسلامی قانون کے مطابق کچھ بھی نہیں ملا بس بہن بیٹی کی عزت کی جاتی ہے اور اسی کو حق بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں ہمارے بڑے بچانے پھوپھیوں کو حق نہیں دیا اور دادانے بھی انکار کیا ہے۔ پھوپھیوں کے ساتھ کوئی وراثت کی بات بھی ذکر نہیں کرتے اور لڑائی جھگڑے کرتے ہیں۔ اگر کسی کو جائیداد میں یاد کیا جائے کہ فلاں کا اتنا حصہ ہے تو اس کو کوئی اختیار نہیں یعنی کوئی ملکیت کا حق نہیں ملتا۔ اقراء بی بی نے خواہش ظاہر کرتے ہوئے اگر مجھے وراثت میں حصہ ملے تو بخوشی قبول کروں گی اور اگر نہ دیا جائے تو اتنی بساط نہیں کہ قانونی کارروائی کرے۔ xxviii

رضیہ بی بی

رضیہ بی بی کچے مکان میں سات بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔ ان کے شوہر غربت کی وجہ سے بہت پریشان حال رہتا ہے کیونکہ وہ گھر کا واحد کفیل ہے۔ ان کے گھر بہت مشکل سے گزارا ہو رہا ہے۔ وراثت سے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے رضیہ بی بی نے کہا دو بہنوں کو ایک بھائی جتنا حصہ ملتا ہے یہ معلوم ہے۔ باقی جتنے طریقوں سے حصص بنتے ہیں اس سے لاعلم ہے۔ اس نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں کسی کو اسلامی شریعت کے مطابق وراثت نہیں ملی البتہ خاندان کے بزرگ کہتے کہ جب بھی جائیداد یا وراثت تقسیم ہوگی اسلامی شریعت کے مطابق تقسیم کریں گے۔ ہمارا خاندانی نظام وراثت کی تقسیم میں اصل سبب ہے۔ بہن بیٹی کی شادی کرانا ان کا حق سمجھا جاتا۔ شادی جہیز وغیرہ اس کی ملکیت قرار پا کر وراثت سے بے دخل کیا جاتا اور اسی کو لڑکی کا حق وراثت بھی تسلیم کیا جاتا۔ اس نے مزید بتایا کہ اسلامی شریعت میں جو حق میرا بنتا ہے وہ دل سے قبول کروں گی اور اگر طاقت رہی اور وقت آیا تو قانونی کارروائی بھی کروں گی۔^{xxix}

گاؤں متنی کا مختصر تعارف

متنی پاکستان کے خیبر پختونخواہ میں کوہاٹ روڈ پر واقع ایک گاؤں ہے۔ متنی فرنڈیئر روڈ کے ذریعے طورخم بارڈر سے منسلک ہے۔ کوہاٹ روڈ اور پشاور ہائی پاس (فرنڈیئر روڈ) کی ترقی نے متنی کے علاقے میں معاشی انقلاب برپا کیا ہے اور تحصیل متنی کی پوری یونین کونسل کو متنی ٹاؤن سے ملا دیا ہے۔ متنی کوہاٹ کے آس پاس کے قصبوں میں جغرافیائی، سماجی اور اقتصادی لحاظ سے ایک اہم مقام حاصل ہے۔ درہ آدم خیل اور خیبر ایجنسی کے قبائلی علاقے متنی کے آس پاس واقع ہیں۔ اس جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے متنی کو اس علاقے کی تمام سماجی، اقتصادی اور تجارتی سرگرمیوں کا مرکز سمجھا جاتا ہے اور یہ سرحدی علاقوں جیسے شیر کیرہ، ادیزئی، درہ آدم خیل، کالا خیل، پانسئی اور اکا خیل کے لیے خریداری کا مرکز ہے۔ متنی پشاور شہر اور دور دراز قبائلی علاقوں کے درمیان ایک اہم سڑک کے رابطے کا کام کرتا ہے۔ شمال میں مریم زئی، جنوب میں شیر کیرہ اور مغرب میں بورہ اور درہ آدم خیل۔ یہ پشاور اور کوہاٹ کے درمیان ایک اہم رابطہ بھی ہے۔ متنی بازار قریبی علاقوں کا مرکزی شاپنگ ہب ہے جس میں میڈیکل اسٹورز، سبزی منڈیاں، جنرل اسٹورز، الیکٹرانک شاپس، بیکریاں اور مٹھائی کی دکانیں، کپڑے کی دکانیں اور گاڑیوں کی مرمت کے مراکز شامل ہیں۔ اس میں ایک سول ہسپتال، ایک KV132 گریڈ سٹیشن اور ایک پولیس سٹیشن ہے۔ 1996 سے پہلے انڈس ہائی وے متنی بازار سے گزرتی تھی۔ یونین کونسل متنی 54 پشاور کے سابق ٹاؤن 4 میں واقع ہے (2 ستمبر 2019 کو ضلع پشاور کی تحصیل قرار دیا گیا)، پشاور سے 30 کلومیٹر دور ہے۔ متنی کی 6 ویلج کونسلیں ہیں:

• ٹوکر خیل / بالا ٹوکر خیل

• گلشن آباد

- چو جنیل
- سنگر نیل
- سرہ خاورہ
- دروازگی
- جانی گھڑی

2017 کی مردم شماری کے مطابق، مقامی آبادی 49,000 بتائی گئی تھی، جس میں 2017 کے ضمنی انتخاب کی ووٹر لسٹ کے مطابق رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد 17,992 تھی۔

متنی کے پاس ایک گورنمنٹ ڈگری کالج، گورنمنٹ ہائی سکول فار بوائز، گورنمنٹ مڈل سکول فار بوائز، گورنمنٹ مڈل سکول فار گرلز، اور ایک پرائیویٹ سیٹ اپ میں چار ہائی سکول ہیں۔

گاؤں متنی کی خواتین کے انٹرویوز

فرزانہ

فرزانہ زوجہ کریم ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی سات بچوں کی ماں ہے۔ آج سے تقریباً 10 برس پہلے ٹی بی کی وجہ سے اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ غربت کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کا علاج نہ کر سکی۔ مختلف گھروں میں کام کر کے اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی۔ فرزانہ سے حق وراثت کے متعلق پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کو اس بارے میں زیادہ معلوم نہیں لیکن صرف لوگوں سے سنا ہے کہ دو بہنوں کو ایک بھائی کے حصے کے برابر ملتا ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ ان کے خاندان میں وراثت تقسیم نہیں ہوتی لڑکیوں کی شادی پر ہی جو خرچہ ہوتا ہے اس سے زیادہ گھر والے نہیں کرتے۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ وہ حق وراثت لینے کی خواہش مند ہے تو اس نے بتایا کہ اگر گھر والے دے تو میرے بچوں کا مستقبل سنور جائے گا۔ اس صورت میں اس نے کوئی بھی قانونی کارکردگی سے صاف انکار کیا۔^{xxx}

صنم جانہ

صنم مطلقہ جاوید ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہے۔ ایک سال قبل اس کی شادی جاوید نامی لڑکے سے ہوئی۔ شادی کے ابتدائی دن خوشی خوشی گزرے لیکن چند ماہ بعد شوہر اور اس کے گھر والوں نے اس پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ والدین سے وراثت میں حصہ مانگے۔ اس نے بتایا کہ اسے اس بارے میں کوئی علم نہیں کہ لڑکیوں کو بھی حصہ ملتا ہے اور وہ اس بات سے بھی ڈر رہی تھی کہ شادی پر اس کے کافی اخراجات ہوئے تھے وہ کس منہ سے اپنے والدین سے حصہ مانگتی اور دوسری یہ بھی تھی کہ اس کے خاندان میں کبھی کسی لڑکی کو

وراثت نہیں ملا تھا۔ جب اس نے اپنے گھر والوں سے حق وراثت کی بات کی تو انہوں نے دینے سے انکار کیا اور ساتھ رشتہ ناٹھ تھوڑنے پر اُٹل گئے۔ اُدھر سسرالیوں نے اس کو قانونی کارروائی پر مجبور کرنا چاہا لیکن اس قدم کو اٹھانے سے صنم جانہ نے گریز کیا جس سے انکار کرنے پر اس کو گھر سے نکالا گیا اور خمیازہ طلاق کی صورت میں بھگتا پڑا۔^{xxxix}

حمیرانا ز

حمیرانا ز زوجہ علی داد ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہے۔ شادی کے فوراً بعد ہی اس کے شوہر حادثے میں معذور ہوا قلیل آمدنی کی وجہ سے صرف گھریلو ضروریات ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ حق وراثت کے متعلق جب حمیرانا ز سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس کو زیادہ معلومات نہیں اس بارے میں لیکن اتنا سننے میں آیا ہے کہ دو بہنیں ایک بھائی کے برابر ہوتی ہیں۔ اس کے خاندان میں بہت ہی کم لوگ حق وراثت دیتے ہیں۔ اس نے مزید بتایا کہ اس کے خاندان میں مالی معاملات مرد ہی طے کرتے ہیں۔ عورت کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ حق وراثت لینے کے بارے میں جب اس سے پوچھا گیا تو بتا کہ اگر حق وراثت مل گیا تو اس سے وہ اپنے شوہر کا علاج کرے گی۔ لیکن وراثت کے حصول کے لیے وہ قانونی کارروائی سے گریز کرے گی۔^{xxxix}

گاؤں پلوسی کا مختصر تعارف

ایگریکلچر یونیورسٹی یونیورسٹی پشاور کے پیچھے گاؤں پلوسی آباد ہے۔ پلوسی پشاور میں واقع ایک خوبصورت جگہ ہے۔ پلوسی درجہ ذیل حصوں پر مشتمل ایک گاؤں ہے:

- پلوسی پیران
- پلوسی اتورئی
- پلوسی تلرئی
- پلوسی مقدرئی

پلوسی کے اکثر لوگ یونیورسٹی آف پشاور اور اسلامیہ کالج یونیورسٹی میں مختلف کلاس فور کے پوسٹوں پر تعینات ہیں۔ یہ علاقہ تعلیمی لحاظ دیگر دیہی علاقوں سے کافی بہتر ہے۔ یہاں پر ہائی سکولز، مڈل سکولز اور پرائمری سکولز آباد ہیں جن میں طلباء کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ یہاں پر نزدیک یونیورسٹی آف پشاور میں دیگر کالجوں ہیں جن سے یہ لوگ باسانی مستفید ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ سیاست کے میدان میں بھی کافی پیش پیش ہیں۔ پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے ذیلی مراکز یہاں پر بھی قائم ہیں۔ یہاں کے لوگ مذہبی لحاظ سے اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے ہیں۔

گاؤں پلوسی کی خواتین کے انٹرویوز

حمیدہ

حمیدہ زوجہ بخش محمد ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی ٹی بی کی مرضہ ہے۔ اس کے دس بچے ہیں جبکہ شوہر مزدور ہے۔ دن بھر محنت کر کے اتنا کماتا ہے کہ دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے۔ حمیدہ سے حق وراثت کے متعلق پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کو علم الفرائض سے متعلق زیادہ معلومات نہیں لیکن صرف اتنا جانتی ہے کہ اسلام میں عورت کا حصہ مقرر ہے جو دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر ملتا ہے۔ اس نے بتایا کہ ان کے خاندان میں عورتوں کو حق وراثت نہیں ملتا بس اتنا کر لیتے ہے کہ شادی پر لڑکی کے لیے ضرورت کا سامان خرید لیتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس نے بتایا کہ حق ملکیت تو ہمارے خاندان میں کسی عورت کو نہیں ملی اور اگر بالفرض محال حق ملکیت مل بھی جائے تو جائیداد میں ذمہ داری مرد پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اس نے بتایا کہ اگر اس کو حصہ مل جائے تو اس سے وہ اپنا علاج معالجہ کر لے گی اور گھر کے حالات تھوڑے بہتر ہو جائیں گے۔ لیکن قانونی چارہ سازی نہیں کرے گی کیوں کہ اس کے لیے بھی پیسے کی ضرورت ہے جو ان کے بس سے باہر ہے۔ xxxiii

جنت بی بی

جنت بی بی مطلقہ جان شیر ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والی آٹھ بیٹیوں کی ماں ہے۔ بیٹانہ ہونے کی وجہ سے سسرالیوں کی شیطانی پر شوہر نے طلاق دی۔ ایک پرائیویٹ سکول میں خالہ کے طور پر کام کر کے گزر بسر کرتی ہے۔ حق وراثت سے متعلق جنت بی بی سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اسے اس بارے میں کوئی علم نہیں کیوں کہ بقول ان کے اصل وراثت بیٹا ہوتا ہے اور عورت کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اس نے بتایا کہ جب عورتوں کو حصہ ہی نہیں ملتا تو تقسیم کی تو بات ہی نہیں رہی۔ ہمارے خاندان میں پوری جائیداد صرف لڑکوں کی ملکیت ہوتی ہے۔ عورت صرف ان کے گھر کی چوکیدارنی ہوتی ہے۔ اس نے مزید یہ بتایا کہ اگر ان کو حصہ ملا تو اپنی بیٹیوں کی شادی میں اس کے لیے آسانی ہو جائے گی اور ساتھ میں یہ بھی بتایا کہ اگر حکومت کی طرف سے کوئی ایسا ادارہ ہو جو مفت میں ان کی مدد کرے تو قانونی کاروائی بھی کرے گی۔ xxxiv

خاتون بی بی

خاتون زوجہ علی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی چار بچوں کی ماں ہیں۔ اس کا شوہر ایک درزی ہے جو سارا دن محنت کر کے گھر کے اخراجات مشکل سے پورے کرتا ہے۔ خاتون بی بی سے جب حق وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اسلام نے یہ حق اور حصہ مقرر کیا ہے اور اس پر کافی زور بھی دیتا ہے۔ لیکن اسے اپنے حق سے متعلق کوئی معلومات نہیں۔ اس نے بتایا کہ اس کے خاندان میں لڑکیوں کو چند

پیسے دے کر حق وراثت کی ادائیگی کا کہا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے خاندان کی عورتیں اس کو واپس کر کے خود کو اعلیٰ سمجھتی ہیں۔ اسی طرح حق ملکیت اگر واپسی تک ہو تو ٹھیک ہے ورنہ خرچ کرنے پر اس کو جواب دینا پڑتا ہے۔ اس نے مزید یہ بتایا کہ اس کو بھی حق وراثت 30 ہزار روپے کی شکل میں ملا تھا لیکن اس نے اپنی مرضی سے وہ اپنے بھائیوں کے لیے چھوڑ دیا۔ کیوں کہ شوہر کو مناسب نہیں لگتا کہ وہ اپنی بیوی کی رقم کو خرچ کرے۔^{xxxv}

گاؤں بڑھنی کا مختصر تعارف

گاؤں بڑھنی پاکستان کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ گاؤں پشاور شہر سے 12 کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں اکبر پورہ، شمال میں موٹروے ون (M-1) مغرب میں جی ٹی روڈ اور چکنی موڑ اور جنوب میں پیہی واقع ہے۔ یہ علاقہ اپنی زرخیزی کے باعث مشہور ہے۔ یہاں کے لوگ بہادر اور نڈر ہے۔ رحمان میڈیکل کالج اور ہسپتال کے ایچ اور ڈی ڈاکٹر رحمان یہاں کے رہائشی ہیں۔ اس علاقے کے لوگ تعلیم کے لیے پشاور شہر آتے ہیں کیونکہ یہاں پر ہائی اور مڈل سکولز ہے لیکن وہ سہولیات میسر نہیں جو پشاور شہر کے سکولوں میں ہے۔ یہاں کی مشہور ایک برساتی نالہ ہے جس میں برسات کے موسم میں اکثر پانی کی کثرت کی وجہ سے سیلاب آتا ہے اور یہاں کے املاک اور متاثر کرتا ہے۔ یہاں کے لوگ سیاست کے میدان میں بھی آگے ہیں۔ مختلف سیاسی پارٹیوں کی قیادت میں یہاں کے لوگوں کے دوٹوں کا بھی اثر ہے۔ مذہبی لحاظ سے یہ لوگ بریلوی مکتبہ فکر کے ہیں جبکہ بعض جگہوں پر دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں پر مذہب کی بنسبت جدیدیت کا رنگ زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

گاؤں بڑھنی کی خواتین کے انٹرویوز

سمیرا

سمیرا زوجہ جلال مڈل کلاس خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہے۔ اس کا شوہر معذور ہے اور سمیرا گھر گھر جا کر برتن دھونے کا کام کرتی ہے جس سے دو وقت روٹی بہ مشکل مل جاتی ہے۔ حق وراثت سے متعلق سمیرا نے بتایا کہ وہ اس بارے میں لوگوں سے سُن چکی ہے لیکن باقاعدگی سے اس کا علم نہیں کیونکہ یہ علم ہمارے معاشرے میں پڑھایا نہیں جاتا۔ اس نے بتایا کہ ان کے خاندان میں نہ تو حق وراثت دیا جاتا ہے اور نہ ہی حق ملکیت۔ کیونکہ ان کے خاندان میں اس کو عورتوں کی سربراہی اور مرد کی بزدلی سمجھی جاتی ہے۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ اپنا حق لینا چاہتی ہے تاکہ ان کی زندگی کے مشکلات میں کچھ کمی آسکے۔ اور اگر اس سلسلے میں کوئی سرکاری ادارہ ہو جو ان کی مدد کر سکے تو اس کا بھی سہارا لے گی۔ لیکن خود اپنی مدد آپ کے تحت قانونی چارہ گری نہیں کر سکتی۔^{xxxvi}

رانی گل

رانی گل زوجہ ولید ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ 20 سال پہلے اس کے شوہر کا انتقال ایک روڈ ایکسڈنٹ سے ہوا تھا۔ ایک سکول میں خالہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ حق وراثت کے متعلق جب ان سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ حق وراثت اسلام میں ہے لیکن ان کے خاندان میں نہیں دیا جاتا۔ اگر کوئی مانگے تو ان کے خاندان والے ان لڑکیوں سے تعلق تھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے وہ کبھی بھی اپنے گھر والوں سے حق وراثت پر بات نہیں کرے گی اور اس کے کہنے کے مطابق یہ طرز ان کی ماؤں اور دادیوں نے اپنایا تھا اس لیے اس موضوع پر قانونی چارہ سازی دور کی بات ہے۔^{xxxvii}

بی بی مرجانہ

بی بی مرجانہ زوجہ احمد خان ایک معذور عورت ہے۔ گھر میں غربت کی وجہ سے علاج معالجہ سے لاپچار ہے۔ ان کا شوہر کھیوتوں میں کام کرتا ہے اور اسی سے گزر بسر ہو جاتی ہے۔ حق وراثت کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس قسم کے حقوق کے بارے میں زیادہ نہیں معلوم لیکن کبھی کبھار امام مسجد عورتوں کے حقوق کے بارے میں جمعے کے روز بیان کرتا ہے۔ لیکن اس کو لوگ صرف سنتے ہیں عمل نہیں کرتے۔ اس کے بتایا کہ ان کے خاندان میں اس قسم کے حقوق نہیں دیئے جاتے اگر لڑکی مانگے تو اس کے ساتھ تعلق ختم کر دیتے ہیں۔ شادی پر جو خرچہ کیا جاتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ اپنا حق نہیں مانگ سکتی کیونکہ وہ ایک معذور عورت ہے اور قانونی کارروائی کا تو سوچ بھی نہیں سکتی۔^{xxxviii}

پشاور کے دیہی علاقوں سے حاصل کردہ انٹرویوز کا خلاصہ

پشاور شہر کے دیہی علاقوں میں انٹرویو لینے کے بعد محققہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ان دیہی علاقوں میں خواتین کی عصر حاضر کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تعلم سے بھی کافی حد تک محروم ہے۔ مذکورہ دیہی علاقوں کی خواتین کو اپنے حقوق کا ذرا بھر علم نہیں جو کہ جہالت کا بہترین ثبوت ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ اس علم کو سیکھنے کا حکم ہے جس سے ہماری دنیا و آخرت سدھر سکتی ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے علم المیراث کو سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دی۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نَصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي»^{xxxix}

ترجمہ: ”اے ابو ہریرہ! علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ، اس لیے کہ وہ علم کا آدھا حصہ ہے، وہ بھلا دیا جائے گا، اور سب سے پہلے یہی علم میری امت سے اٹھایا جائے گا۔“

اسی طرح انٹرویو کے دوران محققہ کے جمع کردہ شواہد میں سے یہ بات بھی نمایاں ہے کہ پشاور کے دیہی علاقوں میں عورتوں کو مردوں سے کمتر جانا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے مردوں کا ایک درجہ بلند بنایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقوق و فرائض کی ادائیگی میں صرف عورتیں ہی لگی رہے۔ جب بات حق مہر اور وراثت کی آتی ہے تو پھر ان خواتین کو جانوروں سے بھی کمتر سمجھا جاتا ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ﴾^{xi}

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور نہ دوسری عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں۔“

اسلامی شریعت نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی وراثت بننے کا حق دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾^{xli}

ترجمہ: ”مردوں کے لئے اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے (بھی) ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ (اللہ کا) مقرر کردہ حصہ ہے۔“

اگر ان دیہی علاقوں میں تعلیماتِ اسلامیہ صحیح انداز سے پہنچائی جائیں تو پشاور کے دیہی علاقوں کے وراثتی مسائل کافی حد تک حل ہو جائیں گے۔ اسلامی تعلیمات کی سمجھ بوجھ سے متعلق نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بھلائی اور خیر خواہی کا ذریعہ فرمایا ہے۔ ارشادِ پاک ہے:

﴿مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ﴾^{xlii}

ترجمہ: ”جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔“

اس حدیث کی تشریح میں محدثین فرماتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نفع اور بھلائی سے نوازا جاتا ہے اسے شرعی احکام کا عالم اور اس میں بصیرت والا بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ انسان لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے اپنے حقوق کا تعین نہیں کر سکتا اسی طرح جب وہ اپنے حقوق سے بے خبر ہوتا ہے تو ان کے حصول کے لیے قدم اٹھانے سے بھی گریز کرتا ہے۔ یہی نظریہ پشاور کے دیہی علاقوں کی خواتین کا بھی ہے۔ مذکورہ دیہی علاقوں کی خواتین اپنا حق وراثت نہیں مانگ سکتی۔ اگر مانگ بھی لے تو مرد جتنا دے دے وہ اسی سے راضی ہو جاتی ہے جبکہ ان کو اپنے اصل کا علم ہی نہیں ہوتا۔ اسلام اتنا بہترین اور پاکیزہ مذہب ہے کہ عورتوں کے حقوق واضح طور پر بیان فرما کر حق وراثت میں مردوں کے

حصص عورتوں کے حصص کی تقسیم سے بیان فرمائے ہیں۔ صرف اتنا نہیں بلکہ ملکیت کا حق بھی ان کو سونپنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾^{xliii}

ترجمہ: ”مرد جو کچھ کمائی کریں گے ان کو اس میں سے حصہ ملے گا اور عورتیں جو کچھ کمائی کریں گی ان کو اس میں سے حصہ ملے گا۔“
مردوں کو عورتوں کے حقوق سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾^{xliv}

ترجمہ: ”اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں۔“
پشاور کے دیہی علاقوں کی خواتین حق وراثت کے حصول کے لیے کوئی تگ و دو نہیں کر سکتی اس کے پیچھے چند وجوہات ہیں:
پہلی وجہ:

ایک تو پشتون معاشرے کے حدود و قیود ایسے ہیں کہ کبھی بھی عورت حق پر بھی اپنے مردوں کے مقابلے میں کھڑی نہیں سکتی۔

دوسری وجہ:

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی قانونی کارروائی کرنے کے لیے وسائل اور سہولیات درکار ہونے چاہیئے جو کہ یہاں کی خواتین ایسے وسائل کے لیے مردوں کی محتاج ہوتی ہے۔

تیسری وجہ:

ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی عورتوں کو معاشرے میں بری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ اس پر برائی کا دھبہ جلد لگ جاتا ہے جو اپنے حق کے لیے کورٹ کچہری کا سہارا لیتی ہیں ایسی خواتین کے ساتھ قطع تعلق کیا جاتا ہے۔

چوتھی وجہ:

پشاور کے دیہی علاقوں میں غیرت اور انا بہت زیادہ ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر مرد اس کو غیرت و انا سمجھ بیٹھے تو پھر عورتوں کو جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے تک نوبت آ جاتی ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات اس کے برعکس ہے۔ اسلام نے توجان، مال عزت و آبرو کو ایک دوسرے پر حرام ٹھہرایا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«أَتَذَرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَذَرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «بَلَدٌ حَرَامٌ، أَتَذَرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «شَهْرٌ حَرَامٌ» قَالَ: «فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا»^{xlv}

ترجمہ: ”تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ بولے اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ حرمت والادن ہے (پھر فرمایا) تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ بولے اللہ اور اس رسول کو زیادہ علم ہے، فرمایا یہ حرمت والا شہر ہے۔ (پھر فرمایا) تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ بولے اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، فرمایا یہی حرمت والا مہینہ ہے۔ پھر فرمایا بلاشبہ اللہ نے تم پر تمہارا (ایک دوسرے کا) خون، مال اور عزت اسی طرح حرام کیا ہے جیسے اس دن کو اس نے تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت والا بنایا ہے۔“

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ پشاور کے دیہی علاقوں کی خواتین جہالت یعنی لاعلمی، معاشرے میں مردوں کی محتاج، کمزور صنف، مردوں سے ڈر یا معاشرتی ڈر اور غیرت کے نام پر اپنے حق سے محروم کرنے والی ذات ہے۔

پشاور کی دیہی علاقوں کی عورت کی سیاسی، تعلیمی اور معاشرتی حالت کا تجزیہ

پشاور کے دیہی علاقوں سے انٹرویوز کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد اس فصل میں مذکورہ دیہی علاقوں کی عورتوں کے سیاسی، تعلیمی اور معاشرتی حالت زیر بحث لائیں جائیں گے۔

پشاور کے مذکورہ دیہی علاقوں کی خواتین کی سیاسی حالت کا تجزیہ

دورانِ تحقیق یہ بات محققہ پر عیاں ہوئی کہ پشاور کے دیہی علاقوں میں خواتین مردوں کے زیر اثر ہے۔ کسی عورت کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ بلا اجازت کسی سیاسی میدان میں قدم رکھے۔ اگر چند خواتین ایسا قدم اٹھا بھی لیتی ہیں تو وہ صرف اپنے محلہ کی عورتوں تک ہی محدود رہتی ہیں۔ جبکہ بعض مرد ایسی عورتوں کے بارے میں نہایت گھٹنیا بھی سوچتے ہیں۔ مذکورہ دیہی علاقوں میں مرد کی غیرت اور عزت کی وجہ سے عورتوں کے سیاسی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ کسی عورت کو مشورے میں نہیں بٹھایا جاتا اور نہ اس سے کوئی مشورہ لیا جاتا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عورت کے ساتھ سیاسی امور میں مشاورت کرنا ثابت ہے۔ اسلام سے قبل خواتین کو کسی بھی سماجی یا سیاسی کردار کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو سماجی و معاشرتی زندگی میں پروقار عطا کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے خواتین سے مشاورت کی تعلیم دی۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام کفار مکہ سے معاہدہ کے بعد ظاہری صورت حال کے پیش نظر مغموں تھے، آپ ﷺ نے جب انہیں ارشاد فرمایا:

”قوموا فانحروا ثم احلقوا“^{xlvi}

”کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کرو اور بال کٹاؤ۔“

تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ اس پر آپ ﷺ اپنی قیام گاہ پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے مشورہ کیا تو حضرت ام سلمہ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

”یا نبی اللہ: اتحب ذلک. . . اخرج الیہم ثم لا تکلم احدا منهم کلمة حتی تنحر بدنک، و تدعو حالقک، فیحلقک فخرج، فلم یکلم احدا منهم حتی فعل ذلک. . . نحر بدنہ و دعا حالقہ فحلقہ، فلما رأوا ذلک قاموا فنحروا، و جعل بعضهم یخلق بعض حتی کاد بعضهم یقتل بعض غما“،^{xlvi}

”اے نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے حسب حکم قربانی کریں اور سر منڈوائیں۔۔۔ (تو پھر) آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بھی گفتگو نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمائیں۔ اور حجام کو بلائیں جو آپ ﷺ کے بال کاٹے گا۔ اس پر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کسی سے کلام نہ فرمایا بلکہ اسی طرح کیا یعنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلا یا جس نے آپ ﷺ کے بال کاٹے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال بنانے لگے۔ حالانکہ ان کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ گویا ایک دوسرے کو (اس غم سے) قتل کر دیتے۔“

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا صائبہ الرائے خواتین سے مشاورت کا اصول بیان کرتا ہے۔^{xlvi}

آپ ﷺ کی اس تعلیم پر خلفائے راشدین بھی عمل پیرا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عسکری خدمات انجام دینے والے افراد کے گھر سے باہر رہنے کی مدت کا تعین ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے کیا۔

مسلم معاشرے میں خواتین سے انتظامی امور میں بھی مشاورت اور رائے دہی لینے کی مثالیں ملتی ہیں۔ مسلم معاشرے میں خواتین کو صرف مجلس شوریٰ کی رکنیت کا حق ہی حاصل نہیں تھا بلکہ وہ مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر بھی فائز رہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت عبد اللہ عدویہ کو بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔ وہ قضاء الحسبہ (Accountability Court) اور قضاء سوق (Market Administration) کی ذمہ دار تھیں۔

شفا بڑی سمجھ دار اور باصلاحیت خاتون تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو مقدم رکھتے تھے اور پسند فرمایا کرتے تھے اور دوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔^{xlix}

حضرت سمرائ بنت زہبیک اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا تھا اور کافی عمر رسیدہ تھیں۔ وہ جب بازار میں سے گزرتیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں۔ ان کے پاس ایک کوڑا تھا جس سے ان لوگوں کو مارتی تھیں جو کسی برے کام میں مشغول ہوتے۔¹

اسی طرح بعض عورتوں سے بطور سفیر بھی کام لیا گیا ہے اور مسلم معاشرے میں خواتین کو صرف مجلس شوریٰ کی رکنیت کا حق ہی حاصل نہیں تھا بلکہ وہ مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر بھی فائز رہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت عبد اللہ عدویہ کو بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔^{li}

حضرت سمرائ بنت زہبیک اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا تھا اور کافی عمر رسیدہ تھیں۔ وہ جب بازار میں سے گزرتیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں۔ ان کے پاس ایک کوڑا تھا جس سے ان لوگوں کو مارتی تھیں جو کسی برے کام میں مشغول ہوتے۔^{lii}

لیکن بد قسمتی سے ہمارے دیہی علاقوں میں اگر کوئی کام عورت کرنا چاہے تو اس پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی لڑکی کے رشتے کی بات ہو رہی ہو تو اس سے کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ صرف مرد کے حکم پر ہی عمل کیا جاتا ہے۔ اور یہی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں کافی حد تک بگاڑ ہے۔

پشاور کے مذکورہ دیہی علاقوں کی خواتین کی تعلیمی حالت کا تجزیہ

مذکورہ بالا دیہی علاقوں کی تعلیمی حالت تسلی بخش نہیں، مذکورہ بالا دیہی علاقوں کی تعلیمی حالت اس وجہ سے بھی تسلی بخش نہیں کہ ان علاقوں میں سکولوں کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ بچوں کی تعلیم میں ایک رکاوٹ ہے کہ وہ اچھی تعلیم حاصل کر سکیں اور اگر پرائیوٹ سکولز ہے تو وہ شہروں میں ہے اور غربت کی وجہ سے ان علاقوں کے بچوں کی رسائی شہر تک ممکن نہیں ہے۔ مذکورہ بالا علاقوں میں تعلیم کی کمی سہولیات میسر نہ ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ ان علاقوں میں اگر سکولز ہے بھی تو، لیب، کمپیوٹر، بجلی، پانی، اور تربیت یافتہ اساتذہ سے محروم ہے۔ اس کے علاوہ اگر مذکورہ علاقوں میں ہم لڑکیوں کی تعلیمی حالت دیکھیں تو وہ بھی تسلی بخش نہیں۔ غیرت اور انا کی وجہ سے لڑکیوں کو تعلیم سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لڑکی دوسری جماعت سے آگے نہیں بڑھ سکتی کیونکہ لڑکیوں کی تعلیم کو عیب گردانا جاتا ہے۔ مذکورہ دیہی علاقوں میں تعلیمی حالت اس وجہ سے بھی بہتر نہیں کیونکہ ان علاقوں میں خاندانی تنازعات سالوں تک چلتے ہیں جس کی وجہ سے تعلیم حالت بہتر نہیں ہو پارہی۔ مذکورہ علاقوں میں زیادہ تر لوگ دنیاوی تعلیم کو حرام سمجھتے ہیں، دینی تعلیم میں قرآن کو پڑھنے کی حد تک ترجیح دی جاتی ہے۔ جو کہ

اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔ دُنیا اور آخرت کی سدھار کی دُعا ہم روزانہ ہر نماز میں پڑھنے ہیں اور جس کی تلقین سورۃ البقرۃ میں بھی کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ⁱⁱⁱ

ترجمہ: ”اور انہی میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“

ایک اور جگہ اللہ رب العزت عالم اور جاہل کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾^{iv}

ترجمہ: ”کہو کہ کیا وہ جو جانتے ہیں، اور جو نہیں جانتے، سب برابر ہیں؟“

نبی کریم ﷺ نے بھی تعلیم کے حصول کی ترغیب دی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَوَضِيعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ»^{iv}

ترجمہ: ”علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور نااہلوں و ناقدرروں کو علم سکھانے والا سور کے گلے میں جوہر، موتی اور سونے کا ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔“

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر مسلمان پر دین کے وہ مسائل سیکھنا فرض ہے جو ضروری ہیں، مثلاً عقیدہ، نماز، روزہ کے مسائل یا اس سے مراد یہ ہے کہ جس مسلمان کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ضروری ہے کہ اس کے بارے میں علماء سے پوچھے، ورنہ طلب علم فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کو حاصل کر لیں تو باقی افراد عند اللہ ماخوذ نہ ہوں گے، اور اگر سبھی علم دین سیکھنا چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہوں گے، امام بیہقی اپنی کتاب ”المدخل إلی السنن“ میں کہتے ہیں کہ شاید اس سے مراد یہ ہے کہ وہ علم سیکھنا فرض ہے جس کا جہل کسی بالغ کو درست نہیں، یا وہ علم مراد ہے جس کی ضرورت اس مسلمان کو ہو مثلاً تاجر کو خرید و فروخت کے احکام و مسائل کی، اور غازی کو جہاد کے احکام و مسائل کی یا یہ کہ ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض عین ہے، مگر جب کچھ لوگ جن کے علم سے سب کو کفایت ہو تحصیل علم میں مشغول ہوں تو باقی لوگ ترک طلب کے سبب ماخوذ نہ ہوں گے، پھر ابن مبارک کا یہ قول نقل کیا کہ ان سے اس حدیث کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے تو کسی عالم سے پوچھ لینا ضروری ہے تاکہ اس کا علم حاصل ہو، اور اس کی طرف اشارہ آیت: «فاسألوا أهل الذکر» میں ہے۔

دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی جائے اور دینی تعلیم بھی۔ ان علاقوں میں تعلیمی ترقی تب ممکن ہو سکے گی اگر لوگوں کی سوچ مثبت ہو جائے، غیرت، انا اور آپس کے تنازعات کو ختم کر دجائے اور اچھی تعلیم تک ان رسائی ممکن کر دی جائے اور یہ تب ممکن ہے جب یہ لوگ خود اپنی حالت تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾^{lvi}

ترجمہ: اور ہم اس قوم کی حالت تب تک تبدیل نہیں کرتے جب تک وہ خود اپنی حالت تبدیل نہ کر دیں۔

پشاور کے مذکورہ دیہی علاقوں کی خواتین کی معاشرتی حالت کا تجزیہ

جس طرح مذکورہ بالا دیہی علاقوں کی تعلیمی حالت تسلی بخش نہیں اسی طرح ان کی معاشرتی حالت بھی تسلی بخش نہیں ان علاقوں کی معاشرتی خرابی کی سب سے بڑی وجہ یہاں جائیداد کی ملکیت میں نا انصافی ہے۔ ان علاقوں میں آمریت پسند نظام نافذ ہے۔ جاگیردارانہ نظام کی وجہ سے ان علاقوں میں معاشرتی حالت خراب ہے۔ غربت کی وجہ سے تعلیمی ترقی ناپید ہے۔ سہولیات کی کمی کی وجہ سے صحت کا معیار گرا ہوا ہے۔ لوگ زیادہ تر بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غربت اور سہولیات کی کمی وجہ سے علاج سے رہ جاتے ہیں۔ مذکورہ دیہی علاقوں میں معیار زندگی بلند نہیں ہے ان علاقوں میں چوری، بے روزگاری، ڈکیتی جیسی بڑی معاشرتی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ مذکورہ علاقوں کی معاشرتی ناکامی کی بڑی وجہ وہاں کی رسومات اور ان کے رواج ہے۔ خاندان سے باہر رشتہ نہیں کرواتے، لڑکی کا قتل ہو جائے تو تنازعات سالوں تک جاری رہتے ہیں اور اگر صلح کرنی ہو تو مقتول کی بہن یا بیٹی کو بدلے میں دیتے ہیں جس کو پشتو زبان میں (سوارا) کہتے ہیں۔ جاگیردارانہ نظام کی وجہ سے فیصلے قبیلوں کے بڑے کرتے ہیں جس کی بنیاد ہمیشہ نا انصافی ہوتی ہے۔ قبیلوں کے نا انصافی کے فیصلے، جاگیردارانہ نظام، لڑکیوں کے راستوں میں رکاوٹیں اور آپس کے تنازعات ان علاقوں کی معاشرتی خرابی کی بڑی وجوہات ہیں اگر یہ چیزیں روک دی جائیں اور ان دیہی علاقوں میں امن و سکون قائم ہو جائے اور اسلامی اصولوں پر عمل کیا جائے تو جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾^{lvii}

ترجمہ: ”کہو کہ: اے اللہ! اے اقتدار کے مالک۔“

آیت سے کا مفہوم یہی ہے کہ بادشاہی صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہی اصل اقتدار کا مالک ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾^{lviii}

ترجمہ: ”تمہارے لیے یہ قبیلے ہم نے اس وجہ سے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔“

اگر ان لوگوں کے درمیان بھائی چارہ قائم ہو جائے تو معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔

قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾^{lix}

ترجمہ: ”تم سب آپس میں بھائی بھائی ہے۔“

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

«الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ»^{lx}

ترجمہ: ”مسلمان آپس میں ایک جسم کے مانند ہے۔“

اگر ان سب تعلیمات پر عمل کیا جائے تو یہ دیہی علاقے معاشرتی ترقی سے روشناس ہو جائیں گے۔

پشاور کی دیہی عورت کے حق وراثت میں حائل رکاوٹیں (اسباب و وجوہات)

پشاور کے دیہی علاقوں کی خواتین کے حق وراثت میں حائل رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

1. علم الفرائض سے لاعلمی

2. خاندانی نظام

3. مرد کی سربراہی

4. صنف نازک

5. پشتون معاشرتی اثرات

6. ڈر و خوف

1- علم الفرائض سے لاعلمی

علم الفرائض سے مراد علم المیراث ہے۔ میراث کی لغوی معنی ”ترکہ“ ہے۔ اس کی جمع مواردیث آتی ہے۔ اصطلاح میں وہ مال و

جائیداد جو میت چھوڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میراث کے احکامات بیان فرمائے ہیں جو کہ سورۃ النساء آیت نمبر 11، 12 اور

176 میں موجود ہیں۔

احادیث میں علم الفرائض کی اہمیت بیان ہوئی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي»^{lxi}

ترجمہ: ”اے ابوہریرہ! علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ، اس لیے کہ وہ علم کا آدھا حصہ ہے، وہ بھلا دیا جائے گا، اور سب سے پہلے یہی علم میری امت سے اٹھایا جائے گا۔“

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

«تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلَّمُوا النَّاسَ فَإِنَّ مَقْبُوضٌ»^{lxii}

ترجمہ: ”قرآن اور علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لیے کہ میں وفات پانے والا ہوں۔“

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی علم الفرائض کو سیکھنے اور سکھانے کی تلقین فرمائی ہے جیسا کہ حضرت

عمر کا فرمان ہے:

«تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَإِنَّهَا مِنْ دِينِكُمْ»^{lxiii}

ترجمہ: ”فرائض (میراث کے مسائل) کو سیکھو پس بیشک یہ تمہارے دین میں سے ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات اور نبی کریم ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں یہ اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ علم الفرائض کا سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ ضلع پشاور کے دیہی علاقوں میں اس علم کی کمی کا اندازا خواتین کی انٹرویو کی روشنی میں لگایا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو اپنے حق وراثت کا علم ہے ہی نہیں۔ اگر ہے بھی تو صرف بطور بہن۔ جبکہ عورتوں کو بطور بیوی، بیٹی، پوتی، نواسی اور ماں کے اپنے حق وراثت کا علم نہیں۔ علمائے کرام کو چاہئے کہ ممبر و محراب سے اس علم کی صدائیں واہمیت بلند کر کے معاشرے میں اصلاحی کردار ادا کریں۔ اسی طرح ہمیں اور ہمارے خواتین کو بھی اس علم سے فیض یابی کی جدوجہد کرنی چاہئے۔

2- خاندانی نظام

اسلام میں خاندانی نظام کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاندان کے افراد کے حقوق تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ لیکن عصر حاضر

میں مسلمانوں کے خاندانوں میں بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ اس کی اہم وجہ خود ہمارا دین سے دور اور اسلامی تہذیب سے پامالی ہے۔

اگر ہم دیکھیں تو شریعت اسلامیہ نے ہر انسان کے حقوق کو نہایت واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ خاندان جس میں اللہ تعالیٰ کے

توانین کی پامالی ہو رہی ہو وہ قائم ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے اسلامی خاندانی نظام کو مستحکم کرنے کے لیے خاندانوں کے درمیان وراثت کو اپنے

حصص کے مطابق تقسیم کرنا از حد ضروری ہے۔

3- مرد کی سربراہی

خاندانی نظام مرد اور عورت سے بنا ہے۔ خاندان کو مستحکم کرنے اور اس کے تمام تر ضروریات میسر کرنے کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ جبکہ عورت پر گھر کے داخلی امور کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ لیکن ضلع پشاور کے دیہی علاقوں میں خاندانی نظام میں مرد کی سربراہی سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام تر اختیارات اور تمام تر اشیاء کا مالک بن جاتا ہے اور عورت کو غلام سمجھتا ہے۔ اس لیے اکثر علاقوں میں عورتوں کو ان کے حصوں سے محروم رکھا گیا ہے۔ اگر ہم مرد کی ذمہ داریوں کو دیکھیں تو یہ بات ہم پر عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں مردوں کا حصہ عورتوں کے دوگنا رکھا ہے اس میں حکمت یہی ہے کہ اس پر گھر کے اخراجات، نان نفقہ اور دیگر ضروریات زندگی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ احادیث میں ذمہ داری کو بخوبی نبھانے کی تلقین کی گئی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»^{lxiv}

ترجمہ: ”تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہوگا۔ انسان اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔“

4- صنف نازک

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا، تو آپ ﷺ کی رحمت صنف نازک پر کیوں نہ ہوتی۔ آپ ﷺ نے اس کمزور ذات سے متعلق فرمایا:

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»^{lxv}

ترجمہ: ”تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔“

عورت چاہے جس روپ میں ہو اس کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«أَنْتِ حَزَنَتِكَ أَنْتِ شِفَتِ، وَأَطْعَمْتَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَأَكْسَمْتَهَا إِذَا أَكْسَمْتَ، وَلَا تُفْجِحِ الْوَجْهَ، وَلَا تُضْرِبِ»^{lxvi}

ترجمہ: ”اپنی کھیتی میں جدھر سے بھی چاہو آؤ، جب خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، اور جب خود پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرہ کی برائی نہ کرو، اور نہ ہی اس کو مارو۔“

5۔ پشتون معاشرتی اثرات

پشتون معاشرے میں مرد جائیداد کی تقسیم میں عورت کو اگر حصہ دینا چاہئے تو اس کو بے غیرتی اور نامردانگی سمجھتا ہے۔ اس لیے کسی عورت کو وراثت کا اہل نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق سے متعلق فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾^{lxvii}

ترجمہ: ”اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا حق ان پر ہے دستور کے مطابق“۔

6۔ ڈرو خوف

ضلع پشاور کے دیہی علاقوں کی خواتین چونکہ مردوں کے حکم کے تحت زندگی گزار رہی ہیں اس لیے اپنا حق مانگنے سے کتراتے ہیں۔ اگر کوئی عورت اپنا حق مانگ لے تو اس کے ساتھ قطع رحمی کی جاتی ہے۔ بلکہ بعض جگہوں پر اس کے قتل کے لیے بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں جو کہ اسلامی شریعت کے منافی ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ»^{lxviii}

ترجمہ: ”اور تم لوگ اب ڈرو اللہ سے کہ عورتوں پر زیادتی نہ کرو اس لیے کہ ان کو تم نے اللہ پاک کی امان سے لیا ہے“۔

حوالہ جات

بابر، محمد ظہیر الدین، تزک بابری (بابر نامہ)، مترجم مرزا نصیر الدین حیدر، الفیصل تاجران و ناشران غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، 2006ء، ص 355۔

"Journal of Central Asia". Journal of Central Asia (Centre for the study of the 1996. Page No. 19. Civilizations of Central Asia, Quaid-i-Azam University,) "SOCIAL POLICY AND DEVELOPMENT CENTRE" 2016, Page No. 228. النمری، ابو عمر یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دارالجمیل، بیروت، 1412ھ، ج 2، ص 657، رقم: 1071۔ الجذری، عزالدین ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحاب، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1415ھ، 1994ء، ج 2، ص 560، رقم: 2261۔

عمران رشید، پشاور صدر تاریخ کے آئینے میں لیاقت بازار پشاور، دوسرا ایڈیشن جولائی (2011)ء، ص 47-48. [Journal of the Royal Asiatic Society of Great Britain & Ireland](http://www.journals.royalsocietypublishing.org/). Royal Asiatic Society of Great Britain & Ireland. Page No. 114.4 Society of Great Britain & Ireland. 183 Muhammad Munir, From Jinnah to Zia, Punjab University, Lahore, 2010. Page No. 125.

<http://www.demographia.com/db-worldua.pdf>. Journal of the
Research Society of Pakistan, Volume 2, Issue 1 – Volume 3, Issue 2.
Research Society of Pakistan. 1965.
[Extremes of Peshawar". Pakistan Meteorological Department.2015. Page
No. 6.](#)

- عمران رشید، پشاور صدر تاریخ کے آئینے میں، لیاقت بازار پشاور، دوسرا ایڈیشن جولائی (2011)ء، ص، 47-48۔
- شازیہ بی بی، زوجہ گل مسست خان (مرحوم)، محلہ برکنڈے، بڈھ بیر، ڈاکخانہ بڈھ بیر، پشاور، 15 فروری 2022، صبح 10:30 بجے
- گل پری بیگم، زوجہ دلاور خان (مرحوم)، محلہ برکنڈے، بڈھ بیر، ڈاکخانہ بڈھ بیر، پشاور، 15 فروری 2022، صبح 11:45 بجے
- سدرہ ناز، مطلقہ اکبر خان، محلہ گھڑی، بڈھ بیر، ڈاکخانہ بڈھ بیر، پشاور، 17 فروری 2022، صبح 9:00 بجے
- گل رُخ، دختر رضا محمد، محلہ مولیان، متھرا، ڈاکخانہ متھرا، پشاور، 23 فروری 2022، صبح 10:00 بجے
- فاطمہ، دختر گل داد خان، محلہ خان باز، متھرا، ڈاکخانہ متھرا، پشاور، 23 فروری 2022، دوپہر 12:00 بجے
- زینب، زوجہ خان داد، محلہ خان باز، متھرا، ڈاکخانہ متھرا، پشاور، 23 فروری 2022، دوپہر 2:00 بجے
- ہانیہ اسرار، بیوہ اسرار خان، محلہ باچایان، گڑھی قمر دین، کوہاٹ روڈ، پشاور، 5 مارچ 2022، دوپہر 3:00 بجے
- شہناز بی بی، ولد شمشاد خان، کوزکنڈے، گڑھی قمر دین، کوہاٹ روڈ، پشاور، 7 مارچ 2022، دوپہر 4:00 بجے
- گل پری، ولد گل شاہ، کوزکنڈے، گڑھی قمر دین، کوہاٹ روڈ، پشاور، 9 مارچ 2022، دوپہر 2:00 بجے
- زبیدہ خانم، زوجہ لیاقت علی مرحوم، محلہ بانڈہ، لنڈے سڑک (لاٹمہ)، پشاور، 1 مارچ 2022، صبح 9:30 بجے
- ماہین بی بی، شوہر روشن خان، محلہ بانڈہ، لنڈے سڑک (لاٹمہ)، پشاور، 1 مارچ 2022، صبح 11:30 بجے
- رابیلہ، شوہر تاج محمد، محلہ بانڈہ، لنڈے سڑک (لاٹمہ)، پشاور، 2 مارچ 2022، صبح 10:00 بجے
- ساجدہ بی بی، شوہر سردار خان، برکنڈے، سر بند، پشاور، 10 مارچ 2022، صبح 11:00 بجے
- نگینہ بی بی، شوہر امجد خان، برکنڈے، سر بند، پشاور، 10 مارچ 2022، دوپہر 3:00 بجے
- نسرین بیگم، شوہر شیر محمد، محلہ کوٹوال، سر بند، پشاور، 12 مارچ 2022، صبح 9:00 بجے
- پریشانہ، شوہر زیارت گل، محلہ کوٹوال، سر بند، پشاور، 12 مارچ 2022، صبح 11:00 بجے
- افسانہ بی بی، بیوہ شوکت علی، محلہ میاں گان، اچینی بالا، پشاور، 15 مارچ 2022، صبح 9:00 بجے
- اقراء بی بی، شوہر لقمان، محلہ میاں گان، اچینی بالا، پشاور، 15 مارچ 2022، صبح 10:00 بجے
- رضیہ بی بی، شوہر شمشاد خان، محلہ بہار گل، اچینی پایاں، پشاور، 16 مارچ 2022، صبح 9:00 بجے
- فرزانہ، بیوہ کریم، محلہ دولارے، متنی، پشاور، تاریخ، 20 مارچ 2022، صبح 9:00 بجے۔
- صنم، مطلقہ محمد یوسف خیل، متنی، پشاور، تاریخ، 21 مارچ 2022، صبح 9:00 بجے۔

- حمیر اناز، زوجہ علی داد، محلہ پیران، مٹنی، پشاور، تاریخ، 21 مارچ 2022ء، صبح 11:00 بجے۔
حمیدہ زوجہ بخش محمد، محلہ پیران، پلوسی، پشاور، تاریخ، 24 مارچ 2022ء، صبح 9:00 بجے۔
جنت بی بی، مطلقہ جان شیر، محلہ اتوڑی، پلوسی، پشاور، تاریخ، 24 مارچ 2022ء، 10:30 بجے۔
خاتون بی بی، زوجہ علی، محلہ پیران، پلوسی، پشاور، تاریخ، 24 مارچ 2022ء، دوپہر 2:00 بجے۔
سمیرا، زوجہ جلال، محلہ قاضیان، بڈھنی، پشاور، تاریخ، 27 مارچ 2022ء، صبح 9:00 بجے۔
رانی گل، بیوہ ولید، محلہ قاضیان، بڈھنی، پشاور، تاریخ، 27 مارچ 2022ء، 10:30 بجے۔
بی بی مرجان، زوجہ احمد خان، محلہ کولالان، بڈھنی، پشاور، تاریخ، 27 مارچ 2022ء، دوپہر 1:00 بجے۔
القزوی، ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت، بلاسن، رقم الحدیث: 2719۔
سورۃ الحجرات: 11
سورۃ النساء: 7
بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 71۔
سورۃ النساء: 32
سورۃ البقرۃ: 228
بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 6043۔
بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الشروط، رقم الحدیث: 2581۔
ایضاً
العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ، ج 6، ص 275۔
ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی بالآثار، دار الفکر، بیروت، بلاسن، ج 9، ص 429۔
ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجلیل، بیروت، 1412ھ، 1992ء، ج 4، ص 341۔
ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی بالآثار، ج 9، ص 429۔
ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج 4، ص 335۔
سورۃ البقرۃ: 201
سورۃ الزمر: 9
القزوی، ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 224۔
سورۃ الرعد: 11

سورة آل عمران: 26

سورة الحجرات: 13

سورة الحجرات: 10

النیشاپوری، ابوالحسن مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2586۔

القزوينی، ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت، بلاسن، رقم الحدیث: 2719۔

الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، 1395ھ، 1975ء، رقم الحدیث: 2091۔

الدارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن دارمی، دار البشائر، بیروت، 1434ھ، 2013ء، رقم الحدیث: 3060۔

بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 893۔

الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3895۔

السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریہ صیدا، بیروت، بلاسن، رقم الحدیث: 2143۔

سورة البقرة: 228۔

النیشاپوری، ابوالحسن مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بلاسن، رقم الحدیث: 1218۔